Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

"META PHYSICAL VISION IN THE LETTERS OF SHIBLI"

مکاتیب شبلی میں مابعد الطبیعیاتی عناصر

1-ذوالفقار علی
پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اردو جی سی یونیورسٹی فیصل آباد
2-ڈاکٹر شبیر احمد قادری
ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

ABSTRACT:
Meta physics means anything that is beyond physics. Man deals with metaphysics not only in literature but also in social sciences. Shibli is a man of letters of Urdu language. He dealt metaphysical questions relating to life, death, here after, revelation and God as well. There are many metaphysical elements in his letters. Shibli had an astonishing power to explain the metaphysical elements in his letters. This article deals with metaphysical aspects of Shibli letters.

KEYWORDS: Shibli Naumani, Philosophy of consciousness, Metaphysical consciousness, Makateeb Shibli, Extraterrestrials, Letter Writing, ontology, cosmology, Epistemology

کلیدی الفاظ:
مولوی شبلی نعمانی، فلسفیانہ شعور، مابعد الطبیعاتی شعور، مکاتیب شبلی، ماورائے الطبیعات ، خطوط نگاری، وجودیات، کونیات، علمیات

مابعد الطبیعات کے لغوی معنی اس شے یا علم کے ہیں جو طبیعات کے بعد آئے۔ علامہ شبلی نعمانی اردو کے متبحر عالم تھے ان کے خطوط میں ماورائے طبیعیاتی عناصر جیسے توحید کیا ہے، وحی کیا ہے، نبوت کیا ہے، آخرت کیا ہے، سزا و جزا کا کیا تصور ہے اور صفات باری تعالیٰ سے کیا مراد ہے؟ جیسے مباحث ملتے ہیں۔ یہ آرٹیکل علامہ شبلی نعمانی کے خطوط میں ماورائے طبیعاتی عناصر پر روشنی ڈالتی ہے۔

مکتوب نگاری کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ کاغذ ایجاد ہونے سے پہلے جب انسان درخت کے پتوں دھات کی پلیٹوں، چمڑوں اور مٹی کے لوحوں پر لکھتا تھا تب بھی خط لکھے جاتے تھے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجے جاتے تھے۔ تہذیب و تمدن کے ارتقائی دور کے ساتھ جب تحریروں کے سلسلے آگے بڑھے تو مکتوب نگاری بھی متعارف ہوئی۔ انسان کے اظہار کے لیے قدرتی آوازوں کی نقل کرنا، اشاروں سے کام لینا اور پھر بولنا سیکھا ہو گا جو لوگ حد سماعت کے اندر موجود نہیں ان تک بھی ابلاغ مقصد کی خاطر پہنچانے کی کوئی صورت ہونی چاہیے یہی ضرورت تحریر کی ایجاد کا سبب بنا۔ مظفر حسین برنی اس بابت لکھتے ہیں:

"خطوط نگاری کا آغاز اس زمانے سے ہو گیا ہو گا جب انسان نے رسم الخط ایجاد کیا اور لکھنا سیکھا چنانچہ تقریباً تین ہزار سال قبل کی تین سو مٹی کی لوحیں ایسی نکلی ہیں جن پر مصر کے فراعنہ کے نام سے خطوط کندہ ہیں۔ یہ 1887ء میں سمرنا (عراق) کے مقام پر کھدائی کے دوران دریافت ہوئیں۔"[1]

آسمانی کتابوں میں بھی مختلف خطوں کا ذکر ہے۔ بعض مفسرین کے مطابق حضرت یعقوب علیہ اسلام کا اپنے بیٹے حضرت یوسف کو لکھا خط قدیم ترین خط ہے۔ بعض مفسرین تو اس خط کو اولین قرار دیتے ہیں جو حضرت سلیمان علیہ اسلام نے ملکہ بلقیس کو ارسال کیا تھا۔ مورخ ہیروڈوٹس اور شاعر ہومر کی تحریروں سے پتا چلتا ہے کہ قدیم یونان میں خط و کتابت کا رواج تھا۔ سید سلیمان ندوی حضرت عیسی علیہ اسلام کے حواریوں کے خطوط کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عیسائیوں میں مقدس حواریوں کے خطوط کی اہمیت ہے اور وہ مجموعہ انجیل کے ضروری جز خیال کیے جاتے ہیں اور قبول کے ہاتھوں سے لیے اور ادب کی آنکھوں سے پڑھے جاتے ہیں۔"[2]

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

مکتوبات اپنی بیتوں اور گونا گوں صورتوں میں ایک صنف ادب کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ خطوط کی اہمیت تخلیقی کارناموں سے کم نہیں ہے جس طرح ادب کی دوسری اصناف سخن کا مطالعہ دلچسپی سے کیا جاتا ہے خطوط بھی دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔ خطوط نگاری مہذب سماج کا اہم فن ہے اس سے انس ومحبت کا رشتہ برقرار رہتا ہے۔ اس کے برعکس قرۃ العین حیدر کا خیال ہے:

> "دور حاضر ٹیکنالوجی نے خطوط نویسی کلچر کو تقریباً ختم کر دیا ہے اس اعتبار سے آئندہ صدیوں میں ہمارے مراسلے بھی قدیم اشوری الواح کی مانند عجائبات میں شمار کیے جائیں گے۔ برٹش میوزیم میں پتھروں پر کندہ، مراسلے موجود ہیں وہ بھی آپ اور ہم جیسے انسانوں ہی نے لکھے ہوں گے جب سے اب تک اس وقفہ ایک آن کا ہے۔ آن واحد۔۔۔"[3]

دور علامہ شبلی نعمانی سے اردو مکتوباتی ادب میں ایک نئے عہد کا آغاز ہوتا ہے۔ اس عہد کے ادیبوں کے مکاتیب میں نئے زمانے کے رجحان انگریزی زبان و ادب کے اثرات اور اردو نثر کے ارتقائی منازل کا عکس صاف دکھائی دیتا ہے۔ جن میں محسن الملک، وقار الملک، حالی، آزاد، مولوی نذیر احمد کے مکاتیب نے اردو مکتوب نگاری کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ عقلیت پسندی کی وجہ سے اس دور کے مکتوبات میں ایک خاص طرز نمایاں ہے۔ بیسویں صدی انقلاب کی صدی ہے۔ اس صدی میں پڑھے لکھے لوگوں کے ادبی کارنامے کھل کر سامنے آئے۔ اس صدی میں ادبی لوگوں کے خطوط میں سیاسی، معاشرتی، تہذیبی اور مابعد الطبیعاتی شعور کو آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے۔ اردو ادب کے رومانوی تحریک کے اثرات بھی ادیبوں نے قبول کیے۔ وہی ادیب جو تحریک مقصدیت میں شاعری اور نثر نگاری کے حوالے کارنامے سرانجام دے چکے تھے۔ مکتوب نگاری میں علامہ شبلی نعمانی کو خاص مقام حاصل ہے۔ باقاعدہ طور پر شبلی نعمانی کے خطوط کے تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

ا۔ مکاتیب شبلی: مرتبہ سید سلیمان ندوی، مطبع شاہی لکھنؤ، حصہ اول، 1914ء، یہ مجموعہ تین سو چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ خطوط کی تعداد 398 ہے۔

۲۔ مکاتیب شبلی: مرتبہ سید سلیمان ندوی، حصہ دوم طبع اول 1912ء، اعظم گڑھ، (یہ مجموعہ 362 خطوط پر مشتمل ہے)

۳۔ خطوط شبلی: مرتبہ محمد امین زبیری، طبع اول 1935ء، لاہور، کل صفحات ۱۲۸ ہیں۔

۴۔ کتاب "باقیات شبلی" میں بھی علامہ شبلی نعمانی کے خطوط موجود ہیں جو کہ مشتاق حسین نے مرتب کیا یہ مجموعہ اب کم یاب ہے۔

علامہ شبلی نعمانی کے خطوط کو مولوی عبدالرحمن شیروانی اور سید سلیمان ندوی نے مل کر مرتب کیا۔ علامہ شبلی نعمانی تبحر عالم دین تھے۔ جب ہندوستان کے مشہور کتب خانوں سے ان کی پیاس نہ بجھی تو انہوں نے بیرون ملک کیلئے رخت سفر باندھا وہاں کے کتب خانے انہیں علوم فنون کے عجائب خانے لگے۔ ان کے خطوط علمی تذکروں سے بھرے ہوئے ہیں۔ خورشید اسلام اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "شبلی کے خطوط ہمارا قومی اعمال نامہ ہیں۔ ان خطوط میں ندوے کے نقوش ہیں۔ سیرت پر مکالمہ ہے۔ نادر کتابوں کی دریافت پر خوشی کا اظہار ہے۔ تبصرے ہیں، تنقیدی اشارات ہیں، دوستوں کی سرگوشیاں ہیں، عزیزوں کی سفارش ہے، اپنی عظمت کا شعور ہے اور وہ لطائف ہیں جو روح وبدن کو مخمور کیے بغیر حاصل نہیں ہوتے۔"[4]

خطوط شبلی کے عمیق مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شبلی کا ذہن اپنی ساخت کے اعتبار سے اردو کے مکتوب نگاروں سے کچھ زیادہ فلسفیانہ اور ناقدانہ تھا۔ وہ ایک استاد تھے۔ انہوں نے خطوط میں مرکزی فلسفہ کو مختلف تصورات میں ڈھال کر ملت اسلامیہ کے بدن میں روح پھونکی۔ ان کے نزدیک زندگی اس بات میں پوشیدہ ہے کہ علم کی راہ میں جستجو کر کے اپنے آپ کو دنیا میں دریافت کیا جائے۔ یہی آرزو کی شراب، ان کے خطوط کے آبگینوں سے چھلکتی ہے۔ خطوط نگاری میں ان کا کوئی متعین اسلوب نہیں بلکہ مخاطب کے معیار و مذاق کے مطابق ان کا طرز بیان بدلتا ہے۔ فلسفیانہ شعور، ادبی نکات اور تنقید ادب سے متعلق معلومات ملتا ہے۔ شبلی کے عمیق مطالعہ، گہری سوجھ بوجھ اور سلجھے ہوئے خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور ان کے خطوط کے آبگینوں سے مابعد الطبیعاتی شعور چھلکتی ہے۔ مابعد الطبیعاتی کے لغوی معنی اس شے یا علم کے ہیں جو طبیعات کے بعد آئے۔[5]

مابعد الطبیعات فلسفہ خاص ہے۔اس کا موضوع حقیقت کی تلاش ہے۔یہ حقیقت اور مظہر میں فرق کرتی ہے۔اور حقیقت مطلق کا کھوج لگاتی ہے۔[6] خطوط میں فلسفیانہ شعور کے ضمن میں عموماًمابعد الطبیعاتی کی اصطلاح وجودیات کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتی ہیں۔وجودیات کے مسائل سے مراد جیسے حقیقت کا جوہر واقعی کیاہے[7]

زمان کیاہے؟جوہر کیاہے؟علت کسے کہاجاتاہے؟علائق کیامرادہے؟حقائق اور شواہد کیاہیں؟کیایہ کائنات پابندیا مجبور ہے؟تغیر کس چیز کانام ہے؟اور خدا کیا ہے۔انسکلیوپیڈک ڈکشنری آف فلاسفی میں سے مابعد الطبیعات کی تعریف اس طرح درج ہے:

"Branch of philosophy concerned with providing a comprehensive account of the most general features of the reality as a whole"[8]

علامہ شبلی کے خطوط میں مابعد الطبیعات کے حدود کاتعین کرناخاصامشکل ہے۔ان میں کہیں فلسفے کے مترادفات،کہیں الہیات اور اخلاقیات متعلق مباحثےہیں۔جو طبعی علوم کے دائرہ کاراور فکروبحث سے باہر ہیں۔ان میں روح،زندگی،کائنات اور انسان کی حقیقت واصلیت سے متعلق بحث شامل ہیں الغرض علامہ شبلی نعمانی کے خطوط میں ماورائے الطبیعات کے تینوں شاخ وجودیات ontology کونیاتcosmology اور علمیات Epistemology کاشعور جھلکتاہے۔

"سیرۃ نبوی ﷺ کے متعلق روحانیت سے آپ کی کیامرادہے؟اگر اخلاق اور تقدس نفس مراد ہے۔تو یہ لازمہ نبوت ہے بلکہ نبوت اس کانام ہے۔اس میں کیونکر کوئی شخص کمی کر سکتاہے۔اور اگر کچھ اور ہے تو تحریر فرمایئے۔"[9]

"علم کی عقلی بحث"فلسفہ کی اس شاخ کاتعلق نظریہ علم سے ہے۔فلسفہ کی اس شاخ میں علم کی حقیقت،ادراک،اقسام،حدوداور امکانات پر بحث کی جاتی ہے۔ علمیات کے دائرکار میں ہے کہ علم دراصل کیا؟علم کے مآخذ کیاہیں؟اور کیاہم کسی شے کاعلم رکھ سکتے ہیں؟ہم کن کن ذرائع سے علم حاصل کرسکتے ہیں؟نبوت کیاہے؟اور وحی کی کیاحقیقت ہے؟وجدان کیاہے؟مولاناشبلی نعمانی کے خطوط میں علمیات کے ضمن میں اسلامی عقائد کی بنیادی جزئیات اور مآخذات سے متعلق مفید علمی مباحث ملتے ہیں۔

"رہبانیت کا فلسفہ یہ ہے کہ ترک دنیاسے خداکی قربت حاصل ہوتی ہے۔اسی ذہن کے تحت لوگوں نے وہ طریقے ایجاد کیے جن کو تجرداور میڈیٹیشن اور مراقبہ کہاجاتاہے۔اسی ذہن کی انتہاپسندانہ صورت یہ ہے کہ آدمی انسانی آبادیوں کو چھوڑکر جنگلوں اور پہاڑوں میں چلاجائے اور وہاں روحانی ورزشوں کے ذریعے خداکاقرب تلاش کرے۔اسی کے اثر سے مسلمانوں کے اندر تصوف یاصوفی ازم کانظریہ پیداہوا۔اسلام کی رہبانیت فکری رہبانیت ہے نہ کہ جسمانی یامقامی رہبانیت ہے یعنی ذکر وفکر کی سطح پر خداسے تعلق قائم کرنا۔ دنیا میں رہتے ہوئے دنیاسے بے رغبت ہوکر زندگی گزارنا۔"[10]

مولاناشبلی نعمانی مفسر قرآن تھے انہوں نے اپنی پوری زندگی قرآن کریم میں غوطہ زن ہوکر گزاری۔مولاناکے حلقہ احباب اور شاگردوں میں دنیابھر سے علماء اکرام شامل تھے۔اپنے خطوط میں بلاغت،مسائل عقائداور کلام،مسائل حکمیہ تمدن جیسے مباحث کوزیر بحث لایا۔سورۃ توبہ یابرات قرآن مجید کی سورۃ نمبر۹ اور مدنی سورتوں میں سے ہے یہ سورۃ بسم اللہ شریف کے بغیر شروع ہوئی ہے۔مسلمانوں کو حکم دیتی ہے کہ وہ مشرکوں سے رابطہ منقطع کریں اور پیغمبر اکرم ﷺ کو حکم دیتی ہے کہ مشرکوں کیلئے مغفرت طلب نہ کرے۔

"سجدہ توبہ کے متعلق ایک امر نہایت اہم اور اساس مباحث عظیم ہے۔یعنی یہ سورۃ کب اتری اور صحاح ستہ میں فتح مکہ کے بعد اس کازمانہ ہے۔"[11]

سورۃ تحریم مدنی سورت ہے۔بظاہر نبی اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی سے متعلق بحث ہے۔یہ سورۃ عرب معاشرے کی ایک غلط رسم کے خاتمہ کی ایک کڑی ہے۔ سورۃ احزاب میں بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں ازدواج پیغمبر کوامہات المؤمنین یاپیغمبر اکرام کو نمونہ عمل قرار دیاگیاہے۔

"سورۃ تحریم کی تفسیر جو تم نے شائع کی ہے وہ بھیج دو سورۃ احزاب میں آنحضرت ﷺ کو ازدواج
کی اجازت اور عدل کی قید بھی اڑادی گئی ہے۔"[12]

آسمانی صحیفوں میں پہلے لوگوں کے قصے اور واقعات ہیں۔ قرآن کریم میں لفظ "اساطیر الاولین "یعنی پہلے لوگوں کے واقعات مراد ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی کے خطوط میں قرآن کریم میں درج برگزیدہ لوگوں کے احوال کا دوسری آسمانی صحیفوں سے تقابل اور تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ جو کہ ماورائے الطبیعاتی شعور کی نشاندہی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

"تم نے حضرت اسحاق کی صغر سنی سے جو استدلال کیا ہے۔ وہ ناتمام ہے کہ حضرت اسحاق کی ولادت
کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر سو برس تھی۔ یہ بھی تورات میں ہے کہ حضرت ابراہیم ایک سو پچھتر 175 برس
کی عمر میں مرے۔ اسلئے حضرت اسحاق، حضرت ابراہیم کی زندگی میں ستر برس سے زیادہ کے ہو چکے تھے۔ تورات
میں یہ کہیں مذکور نہیں قربانی کے وقت حضرت اسحاق کم سن تھے۔" [13]

تورات میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت اسمعیل فاران میں آباد ہوئے اکتساب پیدائش باب 25 ورس 18 میں ہے۔

"اور وہ حویلہ سے شور تک جو مصر کے سامنے اس راہ میں ہے جس سے اسور کو جاتے ہیں، بستے
تھے۔ ان کا قطعہ زمیں ان کے سب بھائیوں سے بڑا تھا۔ ان تمام عبارتوں صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
اسماعیل ہاجرہ عرب میں نہیں آئے۔---------۔ بخاری کتاب انبیاء میں ایک حدیث مرفوع ہے۔ جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل جب مکہ میں آئے تو وہ شیر خوار تھے لیکن تورات میں جہاں ختنہ کا ذکر ہے
کہ حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل کا ختنہ کیا تو ان کی عمر 13 سال تھی۔"[14]

ذبیح اللہ حضرت ابراہیم کے فرزند کا لقب ہے۔ جسے اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ قرآن مجید نے ذبیح کے قصے کو بیان کیا لیکن ذبیح کے نام کا ذکر نہیں، مسلمان ذبیح اللہ کو حضرت اسماعیل کا لقب اور یہودی حضرت اسحاق کا لقب کہتے ہیں۔ تورات کے مطابق عہد عتیق کے مطابق اسحاق ذبیح تھے البتہ تورات میں کہا گیا ہے کہ ابراہیم کا صرف ایک ہی فرزند تھا۔ جسے ذبیح کا لقب ملا۔

"حضرت ابراہیم کے فرزند حضرت اسماعیل کے ذبح ہونے پر اٹھ نو دلیلیں لکھیں تھیں۔ اس میں
تورات کے نصوص نہیں نقل کیے وہ لکھو، مثلاً یہ کہ قربانی سے مراد مذمت ہیکل ہے، اولاد اسماعیل کا بڑے بال
رکھنا وغیرہ۔۔۔"[15]

"حدوث عالم" فلسفہ کی اصطلاح ہے حدوث حدث سے ہے اور حدث ظاہر ہونے زمانہ حال میں واقع پذیر ہونے کو کہا جاتا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ

"کتب کلام میں جو عقائد لکھے ہیں وہ در حقیقت عقائد میں داخل نہیں مثلاً حدوث عالم صفات باری
"کالاالعین لاغیر "ہونا وغیرہ"[16]

علمائے کرام نے اس اصطلاح کے دو معنی بیان کئے ہیں کس چیز کا عارضی طور پر عدم سے وجود میں آنا اس کو حدوث زمانی کہتے ہیں۔ متکلمین کے نزدیک ہر حادث کو عدم وجود میں لانے کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے چونکہ یہ عالم بھی وجود رکھتا ہے جس کی پیدائش کا آغاز ہے لہٰذا ضروری طور پر کوئی نہ کوئی سبب رکھتا ہے۔ یونانی فلسفے کے پیروکاروں کے نزدیک حدوث سے حادثے کا اظہار ہوتا ہے۔ یعنی کسی چیز وجود میں آنا لیکن علم الوجود کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ زمان کی بھی آمیزش ہو۔ ذات اور صفات باری تعالی واجب الوجود ہے۔

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

واجب الوجود اس امکان کو کہتے ہیں اس کی نفی کرنے سے تضاد لازم آجائے یعنی عقل کی روسے جن کا نہ ہونا ناممکن اور لا محال ہو۔ اب جب یہ معلوم ہو گیا کہ ذات باری تعالی واجب الوجود ہے تو فوراً سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ذات کیسی ہے؟ کیا عقل اس بارے میں کوئی حکم لگانے کی صلاحیت رکھتی ہے؟ متکلمین کا جواب ہے۔ ہاں۔۔۔۔ جب عقل پہچان لیتی ہے کہ اس کائنات کا کوئی بنانے والا ہے تو پھر وہ اس ذات کے بارے میں چند منطقی لوازمات کو ماننے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

"جملہ مستفسرہ، اشاعرہ کا عقیدہ ہے۔ اشاعرہ سنی فرقہ کی ایک شاخ ہے۔ لیکن تمام سنی اس حماقت میں گرفتار ہیں۔۔۔۔" [17]

ابوالحسن اشعری بصرہ میں رہنے والے تھے۔ ابو علی جبائی کے شاگرد تھے۔ ان کے کلامی نظریات جاننے والوں کی اشعری کہا جاتا ہے۔ اشعری نے عقلی اور نقلی روش کو معتدل روش کے عنوان سے منتخب کیا۔

مثلاً وہ توحید کے مسئلہ میں ذات پر صفات کے زائد ہونے کے قائل تھے۔ اشاعرہ وجود خدا کو تین طریقوں سے ثابت کرتے ہیں۔ روش نقلی، روش عقلی اور گزشتہ صوفی علماء کی روش۔ امام الحرمین کے بعد اور خواجہ نظام الملک طوسی کے زمانہ میں سلجوقیوں کی حمایت کی وجہ سے اہل سنت والجماعت میں کلامی نظریات پر اشعری گری کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ آج پوری دنیا میں اکثر اہلسنت مسلمان خصوصاً شافعی اور حنفیوں کی ایک کثیر تعداد کلامی لحاظ سے اشعری مذہب کی پیروی کرتے ہیں۔

" قرآن مجید میں متعہ کے جواز کی کوئی آیت نہیں البتہ جنگ خیر میں عارضی طور پر آنحضرت ﷺ نے اس کو ناجائز قرار دیا تھا۔ اور پھر اس کو حرام قرار دیا گیا۔ متعہ کا جواز زنا سے کچھ کم درجے پر ہے۔ ازواج کا مقصود زوجین کا ابدی تعلق ہے۔" [18]

مولانا شبلی نعمانی ایک فقیہ تھے انہوں نے اپنے خطوط میں دلائل مذہب کے تائید و تردید، نکاح، خلاق، وراثت کے اصول، جیسے فقہی مسائل کو عقائد اسلامیہ کی روشنی میں واضح کیا۔

"کوٹ گودام تک ختم ہوتی ہے اور پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، کوٹ گودام سے بنی تال ۱۲ میل ہے، مگر تمام راستہ قدرت سے الٰہی کی برنگی و عظمت کا مرقع ہے عرض میں پانچ چھ ہاتھ زمین چھوٹی ہوئی ہے، جس پر رستہ چلتا ہے، باقی ایک طرف پہاڑ کی ہیبت ناک دیوار ہے، جس کی طرف دیکھنے سے نگاہ کانپ جاتی ہے، دوسری جانب نہایت عمیق ہولناک غاروں کا سلسلہ ہے، اور اگر اس پہاڑ میں سخت سردی نہ ہوتی تو یہ غار بڑے بڑے اژدھا اور موذی جانوروں کے دارالسلطنت ہوتے۔" [19]

مندرجہ بالا اقتباس جو کہ مکاتیب شبلی کی جلد اول سے لیا گیا ہے۔ اس میں کونیاتی مابعد الطبیعیات کا وہ حصہ ہے جو کائنات کی شناخت سے بحث کر رہا ہے۔ اس میں مشاہدے اور تخیل سے چیزوں کو استعارات کے ذریعے مابعد الطبیعیات بنایا گیا ہے۔ شبلی نعمانی کے خطوط میں مابعد الطبیعیاتی عناصر کا وجود لاشعوری طور پر آتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس میں ہیبت ناک دیوار ہے، ہیبت ناکی انسانی نفسیاتی پہلو کو اجاگر کر کے تخیل میں لاشعوری طور پر اس مادی چیز کا وجود ذہن میں لاتی ہے۔ جو مادی چیز کے خوف کو غیر مادی محسوسات میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اس کے علاوہ اس اقتباس میں بڑے بڑے اژدھا اور موذی جانور کے دارالسلطنت کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ یہ مابعد الطبیعیاتی عنصر ہے کیونکہ انسانی تخیل کی مدد سے پیدا کی گئی دارالسلطنت جس کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا، شبلی نعمانی کے ہاں براہ راست مابعد الطبیعیات کے ذکر کی بجائے تشبیہات واستعارات کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے۔

"ان باتوں سے کام نہیں چلتا، اگر آپ اس موقع پر نہ آئے تو میں قیامت تک کلکتہ نہ آؤں گا، بلکہ بعد قیامت بھی، میرے برابر کا کمرہ بالکل خالی اور آپ کے لئے محفوظ ہے، اکثر احباب آرہے ہیں اور آچکے ہیں۔ دیر ویراں سہی کعبہ مراد آباد رہے یعنی مومن ہوں چلا جاؤں گا میں یادر ہے۔" [20]

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

مندرجہ بالا اقتباس میں شبلی قیامت کا لفظ تحریر کرتے ہیں، قیامت ایک مجرد چیز ہے جو مابعد الطبیعیاتی عنصر ہے۔ قیامت کا معنی ہے ختم ہونا، اور اختتام پذیر کے ہیں۔ مسلمانوں کا پختہ ایمان ہے کہ ایک دن آئے گا جب خدا کے حکم سے اس کائنات کی ہر چیز مٹ جائے گی اور کسی بھی چیز کا نام ونشان باقی نہیں رہے گا سوائے ذات مطلق کے ۔ وہ روز قیامت کا دن ہو گا، اس دن اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا۔ قیامت کے متعلق قرآن وحدیث میں متعدد جگہ بیان کیا گیا ہے قرآنی آیات کا مفہوم ہے۔

"سب پر مستزاد لحاد اور زندقہ جن عقائد کا مجھ سے اقرار کرایا جائے گا ان میں کرامات الاولیاء
حق حالانکہ میں تو کرامات الشیاطین حق کا بھی قائل ہوں۔"[21]

خدا نے انسان کو ایسی صلاحیتیں ودیعت کی ہیں جو انسانی سوچ اور سمجھ سے دور ہیں، اللہ تعالی نے نبیوں کو معجزات اور اولیاء کو کرامات عطا کر کے اپنی بزرگی ظاہر کی ہے۔ کرامت وہ عمل ہے جو انسانی سوچ اور سمجھ سے ماورا ہو۔ جہاں تک اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں کو قوتیں دی ہیں وہاں پر ٹھکرائے ہوئے شیطان کو بھی صلاحیتیں دی ہیں شیطان نے اپنے تکبرانہ سوچ کی وجہ سے انسان کو سجدہ نہ کیا اور انسان کو ہمیشہ بھٹکانے کی کوشش کی۔ شیطان کو صلاحیتیں عطا کرنے کے باوجود خدا نے کہہ دیا کہ میرے بندے کبھی تجھ سے گمراہ نہیں ہونگے، اللہ تعالی نے فرمایا کہ جنتی اور جہنمی کیسے اکھٹے ہو سکتے ہیں؟۔

"نامہ کہ پیش از میں بال روانی کشادہ است سر تا پا حدیث غم بود، دندانی کہ آن ہمہ خونریزی نفس
گرمی ہنگامہ فریاد، از دست بیداد پھر کج نھاد بود است، بد قسمتی نگر کہ ہر کس دست عدد بفغان آید و من از
تطاول یار بد خو بجان آمد ھام، خود انصاف دہ کہ چو عزیزان روشیوہ جز طریق دغا پیمودن، نہ باشد در میں دیر
خراب زندہ بودن و ساعتہ بر بستر راحت خوش غنودن، چگونہ امکان دارد، حادثہ تازو دل و دیدھام خون کردہ
است و ہیچ کس نیست کہ در دل بدو گفتہ آید۔"[22]

اس پیرائے میں مولانا حالت اندوہ کو ایسے پرزور انداز میں بیان کرتے ہیں کہ تحریر میں جان آنے کا شبہ گزرتا ہے۔ ظلم وجبر اور جہالت کی مذمت کرتے ہیں اور ان مصیبتوں کے سامنے حوصلہ ہارنے کی بجائے مقابلہ کرنے کا عزم رکھتے ہیں جو واقعات رو پذیر نہ ہوں ان کے عدم سے وجود میں آنے کے پیشگوئی کی جائے یہ بھی ماورائے طبیعیاتی ضمن میں آتے ہیں جبریت یا نظریہ جبر یہ ہے کہ تمام واقعات کسی سابقہ عمل رد عمل میں پیش آتے ہیں۔ خصوصا ان واقعات کا تعلق انسان کے آزادانہ ارادے پر منحصر نہیں ہوتا یہ ماحول کے اثرات کے تحت ترقی پذیر ہوتے ہیں وہ نقطہ نظر جو کائنات کی تمام اشیا اور مظاہر کو علت اور ملول کے رشتوں میں جوڑے رکھتا ہے ان معاملات میں انسان کہیں بے یار و مددگار نظر آتا ہے۔ کہیں غم وغصے کا اظہار کرتے ہوئے نظر آتا ہے ، تو کہیں سسکیوں اور آہوں سے دوچار نظر آتا ہے ، جبریت کے خلاف انسانی رد عمل اور بغاوت اول سے تاحال جاری ہے۔ ایسے تمام تصورات مابعد الطبیعاتی مسائل ہیں۔

"روز دیگر خواب شان بیادم آمد داز واقعہ تیرتے عجیب بزدل مستولی شد، بیش از من سبوعے کہ
ایشاں سر بہر کج نہاد ندو جان بجہان آفریں سپردند، بر صدق رویائے شان بس عجب کردم و دانستم کہ عالم
قدس راز میں جنس راز با است کہ مرغ اندیشہ را تا حد او محال پرواز نیست وہذا ہوا البیت المقدم ذکر "[23]

اس پیرائے میں تخیل کی بلند پروازی کی نشاندہی ہوتی ہے ، جس میں کسی انسان کی تخیل عالم قدس تک پانچ جاتا ہے علمائے تصوف کے قریب روحانی درجات عبور کرنے کے لیے روح کا علیل نہ ہو ناضروری ہے ۔ جب روح تندرست ہو جاتی ہے تو انسان کائنات کی سیر کرنے پر قادر ہو جاتا ہے، زمین کی تہ سے حقائق برآمد کرتا ہے اور آسمانوں کی پرواز کر کے نئے احوال کا درک حاصل کرتا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک یہ عشق ہی ہے جو انسان کو افضل بناتا ہے اور روح کی طاقت کے ذریعے انسان اشرف المخلوقات اور خلیفہ خداوند کہلانے کا حقدار ہے۔

"یورپین مورخوں پر روز بروز حیرت بڑھتی جاتی ہے کہ، نولدگی اور گولڈز کا ترجمہ دیکھ رہا ہوں،
عجیب عجیب قیاس آفرینیاں نظر آتی ہیں، حبش کو آپ نے اس لیے صحابہ کو بھیجا تھا کہ ابرہہ نے جو کعبہ کو

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

ڈھانا چاہا تھا، اس کی بنا پر سلطنت حبش سازش کر کے روسائے قریش کو نقصان پہنچائے لیکن پھر سوچا کہ وہ آنحضرت ﷺ کو بے دخل کر دے گا۔"[24]

اس اقتباس میں ابرہہ کی فوج کا ذکر ہے تاریخ کی کتابوں میں ذکر ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی آمد سے پہلے ابرہہ فارس سے لاکھوں سپاہیوں اور ہاتھیوں کے ساتھ اس غرض سے مکہ مکرمہ کی طرف رخت سفر باندھا کے کعبہ کے نام و نشان کو مٹا دے جب یہ فوج مکہ مکرمہ کے گرد و نواح میں پہنچی تو اللہ کے حکم سے چھوٹے پرندے ابابیل منہ میں کنکر لیے ان پر حملہ آور ہوئے اور یہ لشکر نیست و نابود ہو گیا۔ ابرہ کی فوج کسی انسانی طاقت سے نہیں ہارے تھے بلکہ اللہ تعالی کے غضب کا نشانہ بنے تھے اللہ کی طرف سے غیبی امداد پہنچی جو انسانی فہم و فراست سے ماورا عمل ہے لہذا مابعد الطبیعیاتی ضمن میں شمار ہو گا ہے۔

"حضرت عیسی نے شادی نہیں کی تو یہ ان کی رہبانیت تھی۔ ان کی عام تعلیم تھی، ان کا مقولہ ہے کہ "سوئی کے ناکے سے اونٹ نکالا جا سکتا ہے لیکن صاحب دولت خدا کی سلطنت میں داخل نہیں ہو سکتا" شادی نہ کرنا تمدن کے خلاف ہے، اس لیے وہ کسی خاص آدمی کے لیے جائز ہو سکتا ہے لیکن سوسائٹی کے لیے منفر ہے۔"[25]

اس اقتباس میں ایک مقولہ درج ہے "سوئی کے ناکے سے اونٹ نکل سکتا ہے لیکن صاحب دولت خدا کی سلطنت میں داخل نہیں ہو سکتا اس مقولے کا ماخذ انجیلیا اساطیر پر سے متعلق ہے، مذکور ہے ایک مرتبہ عیسائی عبادت گاہ کا سردار حضرت عیسی علیہ السلام کے قدموں میں گر کر ہمیشہ کی زندگی کی درخواست کرنے لگا حضرت عیسی علیہ السلام نے اسے اللہ تعالی کے احکام کی بجا آوری کا حکم دیا تو اس نے کہا میں لڑکپن میں یہ کام کر گزرا ہوں اس کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام نے کہا اپنی تمام دولت غرباء میں بانٹ دو تمھیں آخرت میں اس کا اجر ملے گا۔ یہ سن کر سردار کا چہرہ ترگیا، تبھی حضرت عیسی علیہ السلام نے کہا دولتمندوں کا خدا کی بادشاہی میں کیسا عمل ہے کیونکہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہی میں داخل ہوں"

حوالہ جات:

---

[1]۔ کلیات مکاتیب اقبال، جلد اول، مرتبہ: سید مظفر حسین برنی، اردو اکادمی، دہلی، طبع چہارم، 1993ء، ص:26

[2]۔ مقدمہ، مکاتیب مہدی، مرتبہ: مہدی بیگم، اردو اکادمی، لکھنؤ۔۔۔۔۔۔۔۔

[3]۔ قراۃ العین حیدر، پیش لفظ، دامان باغباں

[4]۔ شاداب تبسم، ڈاکٹر، اردو مکتوب نگاری (سر سید اور ان کے رفقاء کے خطوط کے حوالے سے)، نئی دہلی، جامعہ نگر، 2012ء، ص:265

[5]۔ اکبر لغاری، فلسفے کی مختصر تاریخ، مثال پبلشرز، فیصل آباد، 2013ء، ص:40

[6]۔ سید عطاء رحیم، مشمولہ: فلسفہ کیا ہے؟ مرتبہ: ڈاکٹر وحید عشرت، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2000ء، ص:47

[7]۔ قاضی قیصر الاسلام، فلسفے کے بنیادی مسائل، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2012ء، ص:34

[8]. Encyclopedic Dictionary of philosophy, Joseph Christopher

(انڈیا، نیو دہلی، انمول پبلی کیشنز، 2006ء)، جلد:2، ص:336

[9]۔ مکاتیب شبلی، جلد اول، مرتبہ: سید سلیمان ندوی، طبع چہارم، معارف مطبع، اعظم گڑھ، 1922ء، ص:305

[10]۔ مکاتیب شبلی، جلد دوم، مرتبہ: سید سلیمان ندوی، طبع چہارم، معارف مطبع، اعظم گڑھ، 1922ء، ص:4

[11]۔ ایضاً، جلد دوم، ص:51

[12]۔ ایضاً، جلد دوم، ص:37

[13]۔ ایضاً، جلد دوم، ص: 38-39

[14]۔ ایضاً، جلد دوم، ص:40

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

[15]۔ ایضاً ، جلد دوم، ص:43

[16]۔ ایضاً ، جلد دوم، ص:139

[17]۔ ایضاً ، جلد دوم، ص:219

[18]۔ ایضاً ، جلد دوم، ص:238

[19]۔ بنام حبیب اللہ، شیخ، مکاتیب شبلی (حصہ اول)، مرتبہ: سید سلیمان ندوی، لاہور: بک ٹاک، ۲۰۱۶ء، ص:۲۱

[20]۔ بنام ابوالکلام، آزاد، مولانا، مکاتیب شبلی (حصہ اول)، مرتبہ: سید سلیمان ندوی، لاہور: بک ٹاک، ۲۰۱۶ء، ص:۲۶۲

[21]۔ بنام ابوالکلام، آزاد، مولانا، مکاتیب شبلی (حصہ اول)، مرتبہ: سید سلیمان ندوی، لاہور: بک ٹاک، ۲۰۱۶ء، ص:۲۶۲

[22]۔ بنام محمد سمیع، مولوی، "مکاتیب شبلی (حصہ دوم)"، مرتبہ: سید سلیمان ندوی، لاہور: بک ٹاک، ۲۰۱۶ء، ص:۲۱۸

[23]۔ بنام محمد عمر، مولوی، حکیم، "مکاتیب شبلی (حصہ دوم)"، مرتبہ: سید سلیمان ندوی، لاہور: بک ٹاک، ۲۰۱۶ء، ص:۲۱۴

[24]۔ بنام حمید الدین، مولانا، "مکاتیب شبلی (حصہ دوم)"، مرتبہ: سید سلیمان ندوی، لاہور: بک ٹاک، ۲۰۱۶ء، ص:۳۴

[25]۔ بنام ابو ظفر، سید دستوی، ندوی، "مکاتیب شبلی (حصہ دوم)"، مرتبہ: سید سلیمان ندوی، لاہور: بک ٹاک، ۲۰۱۶ء، ص:۱۴۱